المدخل الفقہی العام (شیخ مصطفیٰ احمد الزرقا)۔۔۔تحقیقی جائزہ

حناء محبوب*

آسیہ شبیر**

ثمینہ سعدیہ***

فقہ اسلامی بحر بیکراں کی مانند ہے۔ چودہ صدیوں کے دوران اسے گہرائی اور وسعت حاصل ہوئی ہے اس کی نظیر کسی بھی ملک کی قانونی تاریخ سے ملنا ناممکن ہے۔ یہ علم ہر دور اور ہر زمانے کی ضروریات کو پورا کرتا چلا آ رہا ہے۔ فقہاء کرام نے ہر دور کی ضروریات و حاجات کو سامنے رکھتے ہوئے بنیادی مصادر سے مسائل کا استنباط کیا۔ حالات کے تقاضوں کے مطابق کتب تالیف فرمائیں اور فقہ کو مسلسل وسعت دی۔

بیسویں صدی عیسوی میں استعماری طاقتوں کے غالب آنے کے بعد مسلمان محکوم بن کر رہ گئے۔ مغربی قانون مسلم ممالک میں نافذ کئے جانے لگے اور فقہ اسلامی سے متعلق مختلف شبہات جدید ذہنوں میں انڈیلے جانے لگے۔ مسلمانوں کو یہ باور کروایا جانے لگا کہ اسلامی شریعت اور فقہ اسلامی عصر حاضر کے مسائل کا حل پیش کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور نہ ہی قانون سازی کی صلاحیت رکھتی ہے۔

ان حالات کا تقاضا تھا کہ فقہ اسلامی پر نئے انداز سے تحقیقی کام کا آغاز کیا جائے تاکہ اس کے بارے میں پیدا کئے جانے والے شبہات کا ازالہ اور جدید تعلیم یافتہ مسلمان کا دین و شریعت پر اعتماد بحال کیا جا سکے۔ امت مسلمہ کے علماء و فقہاء نے اس چیلنج کو قبول کیا اور فقہ اسلامی پر عصر حاضر کے معروف انداز میں کام کا آغاز کیا۔ جدید دنیائے اسلام کے فقہاء میں ابو زھرۃ (۱)، صبحی محمصانی (۲)، عبدالقادر عودہ شہید (۳)، یوسف القرضاوی (۴) اور ان جیسے بہت سے علماء شامل ہیں۔ جن کی تحریریں اس دور کی ضروریات کو کما حقہ پورا کرتی ہیں۔

نامور فقیہ اور مجتہد شیخ مصطفیٰ احمد الزرقاء (۵) کا شمار اہل علم و دانش کے اسی قافلے میں ہوتا ہے۔ فقہ اسلامی کے میدان میں آپ کی گراں قدر خدمات ہیں، آپ نے بہت سی کتب تصنیف فرمائیں اور اس کے علاوہ مشہور دینی اور فقہی مجلات میں عصر حاضر کے مسائل اور ان کے حل پر مقالات تحریر فرمائے۔ بہت سی بین الاقوامی کانفرنسوں اور سیمیناروں میں شرکت کی۔ آپ بین الاقوامی فقہی مجامع (اکیڈمیز) کے سرگرم رکن بھی رہے۔ تاہم آپ کی ان تمام خدمات میں آپ کی معروف کتاب ''المدخل الفقہی العام'' نمایاں حیثیت رکھتی ہے۔

---

*ایم فل سکالر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، کالج برائے خواتین یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

***اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سینٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

''المدخل الفقہی العام'' دراصل شیخ کے فقہی سلسلے ''الفقہ الاسلامی فی ثوبہ الجدید'' کی ایک کڑی ہے۔ یہ سلسلہ تین حصوں پر مشتمل ہے۔ ہر حصے کو الگ نام دیا گیا ہے، اور تینوں حصے کتابی شکل میں موجود ہیں جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱) المدخل الفقہی العام ۲) المدخل الی نظریۃ الالتزام العامۃ فی الفقہ الاسلامی ۳) عقد البیع

یہ پورا فقہی سلسلہ شیخ مصطفیٰ کا زبردست علمی اور اجتہادی کارنامہ ہے، المدخل الفقہی العام اسی سلسلے کی اہم کتاب ہے۔ شیخ نے اس کتاب کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصے میں فقہ اسلامی کے بنیادی مآخذ کا تعارف کروایا ہے، فقہ اسلامی کے اہم ادوار اور ان کی خصوصیات قلم بند کی ہیں اور آخر میں اجتہادی اختلافات کی حقیقت، قانون سازی کی اہمیت اور اس کے عملی اقدامات پر سیر حاصل بحث شامل کی ہے۔ اس کتاب کا دوسرا حصہ فقہ اسلامی کے اساسی نظریات پر مشتمل ہے۔ نظریہ ملکیت، نظریہ عقود، نظریہ مؤیدات شرعیہ، نظریہ اہلیت وولایت اور نظریہ عرف۔ درحقیقت یہی وہ نظریات ہیں جو شیخ مصطفیٰ کا اجتہادی اور فکری کارنامہ ہیں۔ تیسرے حصے میں آپ نے قواعد فقہیہ پر بڑی عمدہ بحث کی ہے جس میں ان قواعد کے ارتقاء پر روشنی ڈالی ہے اور مجلۃ الاحکام العدلیۃ میں بیان کردہ قواعد کی مختصر تشریح کی ہے۔

شیخ مصطفیٰ نے المدخل الفقہی العام کو دمشق یونیورسٹی میں تدریس کے دوران تالیف فرمایا۔ پہلی مرتبہ ۱۹۴۵ء میں اس کتاب کا پہلا جزء شائع ہوا۔ شیخ مصطفیٰ ہر سابقہ طباعت میں حسب ضرورت اضافہ کرتے رہے حتی کہ چوتھی طباعت کے وقت اس کتاب کے دو اجزاء تیار ہو چکے تھے۔ بعد ازاں مسلسل اس کتاب کی اشاعت ہوتی رہی اور ۱۹۶۶ء میں آٹھواں تنقیح شدہ ایڈیشن شائع ہوا۔ چند سال بعد جب یونیورسٹی میں اس کتاب کی تدریس موقوف کر دی گئی تو اس کے بعد جتنے بھی ایڈیشن شائع ہوئے وہ سب غیر قانونی تھے۔ شیخ مصطفیٰ نے ۸۰ کی دہائی میں اس کتاب پر مناسب اضافہ جات اور تنقیح وترمیم کا بہت سا کام کیا، جسے ۱۹۹۸ء کے ایڈیشن میں المدخل الفقہی العام (اخراج جدید) کے نام سے دار القلم دمشق سے شائع کیا گیا۔ یہ کتاب دو جلدوں پر مشتمل ہے۔(۶)

مقصد تالیف:

شیخ مصطفیٰ نے بنیادی طور پر دمشق یونیورسٹی میں تدریسی حاجت کے پیش نظر اس کتاب کو مرتب کیا شیخ کے خیال میں یہ وقت کا تقاضا تھا کہ جامعات میں مغربی انداز اسلوب کے مطابق قانون کی تعلیم پانے والے طلبہ کے لیے فقہ اسلامی کو جدید ترتیب اور مروجہ انداز پر مرتب کیا جائے۔ مسلمانوں کا قدیم فقہی ذخیرہ اگرچہ بڑا قیمتی ہے لیکن اس کی مثال فروعات کے گہرے سمندر کی طرح ہے جس میں موجودہ دور کے قانون کے طالب علموں کے لیے غوطہ زن ہونا بے حد مشکل امر ہے۔ شیخ مصطفیٰ فقہ اسلامی کی کتب میں پائی جانے والی پیچیدگیاں اور طالب علم کو درپیش مسائل کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہمارے پاس ایک مجموعہ میں اکٹھے شہری احکام موجود نہیں ہیں جیسا کہ دیگر اقوام کے پاس مدنی قوانین موجود ہیں۔ ہمارا مدنی قانون بہت کھلے سمندر کی گہرائیوں میں ہے جو کہ مجلۃ الاحکام العدلیۃ کی صورت میں اور فقہ کی دیگر کتب میں بکھرے ہوئے ہیں۔ جن کے بارے میں مجلۃ میں کوئی شق موجود نہیں ہے۔ وہ طالب علم جو میٹرک لیول سے فارغ ہو کر کلیۃ القانون (Law College) میں داخل ہوتا ہے اس کے اندر اتنی استطاعت نہیں ہوتی کہ وہ ان احکام فقہیہ کو سمجھ سکے اور ہضم کر سکے۔ اپنی ابتداء میں جب وہ مسائل کی فروعات کی طرف متوجہ ہوتا ہے جو کہ قواعد، علل، نظریات و مبادیات کے فہم اور اصطلاحات فقہیہ کی سمجھ پر موقوف ہیں۔ یہ طالب علم ان سے نہ آشنا ہوتے ہیں اور مجبوراً ان کو مسائل فرعیہ کو، بغیر کسی ایسی بنیاد کے جو ان مسائل کو ان کے ذہنوں میں داخل کر دے، زبانی یاد کرنا پڑتا ہے۔ ہمیں شدید ضرورت ہے نئی کتب کی جو موضوعاتی تحقیق کے طریقے کے مطابق لکھی جائیں تاکہ یہ طلباء کے لیے وضاحت، عمدگی اور حفظ میں آسان فہم ہوں۔ حتیٰ کہ اس باریک بینی والے علم کی تالیف میں وہ خوبصورت امتیاز جس کی جامعات میں ضرورت ہے، ثابت ہو جائے اور فقہ اسلامی اپنے خوبصورت لباس اور جدید اسلوب میں سامنے آجائے جو عصر حاضر کے مزاج اور زبان سے مناسبت رکھتی ہو۔ (۷)

شیخ مصطفیٰ اس کتاب کے مقصدِ تالیف کی مزید وضاحت میں فرماتے ہیں:

"وهد في فيه أن أقلب صياغة الفقة الاسلامي، فأبني من قواعده ومبادئه نظرية عامة على غرار نظرية الالتزام العامة فى الفقه القانوني الأجنبى الحديث خدمة لفقهنا الاسلامي الجليل. كي يتجلى ما فيه من جوهر نفيس كان محجوبا بالأسلوب القديم الذى أصبح عسير الهضم على رجال العصر، ووفاء للحاجة، الى الطريقة التعليمية الحكيمة فى الدراسة الجامعية لهذا العلم الدقيق المسائل، المتشعب المباحث، الواسع الآفاق، العظيم الشان والموقع." (۸)

"اس کتاب سے میرا مقصد یہ ہے کہ میں فقہ اسلامی کو نئے قالب میں ڈھالوں، اور اس کے قواعد و مبادی سے عام نظریہ کی تعمیر کروں، جس طرح جدید قانون میں التزام کا عمومی نظریہ ہے، تاکہ عظیم الشان فقہ اسلامی کی خدمت ہو سکے اور اس فن کے وہ قیمتی موتی جو فقہ کے قدیم اسلوب (جس کا ہضم کرنا دور جدید کے لوگوں کے لئے دشوار ہے) میں چھپے ہوئے ہیں، نئی آب و تاب کے ساتھ لوگوں کے سامنے آئیں۔ علاوہ ازیں یونیورسٹی کے مرحلہ میں اس علم کے حکیمانہ طریقہ تعلیم کی ضرورت پوری ہو۔ اس علم کی، جس کے مسائل دقیق، مباحث شاخ در شاخ، آفاق وسیع اور اہمیت عظیم ہے"۔

یہ کتاب چونکہ اپنے اسلوب کے اعتبار سے جدت و ندرت رکھتی ہے، اس لیے شیخ نے اس کے مقاصد تالیف کو بڑے واضح انداز میں بیان کیا۔ ان مقاصد کو نکتہ واریوں بھی پیش کیا جاسکتا ہے:

۱۔ جامعات میں تدریسی حاجت کے پیش نظر ایک جامع کتاب تالیف کرنا۔

۲۔ فقہ اسلامی کو مرتب اور منظم شکل میں سامنے لانا۔

۳۔ قانون کے طلباء کے لئے فقہ اسلامی کو آسان فہم بنانا۔

۴۔ فقہ اسلامی کو جدید قالب میں ڈھالنا تا کہ وہ جدید مغربی قوانین کا مقابلہ کر سکے۔

منہج واسلوب:

شیخ مصطفیٰ نے اس کتاب کو تعلیمی حاجت کے پیش نظر تالیف فرمایا تھا۔اس وجہ سے آپ نے تعلیمی اسلوب کو بھی پیش نظر رکھا۔آپ نے طویل اور دقیق مباحث سے قطع نظر کرتے ہوئے سادہ اور آسان انداز اختیار فرمایا،شیخ مصطفیٰ فرماتے ہیں۔

"ففي المضمون، حرصت على التمسك بالطابع والأسلوب التعليمي لهذا الكتاب ليبقى موطأً لطلاب كليات الشريعة والحقوق القادمين..." (۹)

"مضمون میں، میں نے یہ کوشش کی ہے کہ اس کے اوپر جو چھاپ نظر آئے اور اس کا جو انداز واسلوب ہو وہ تعلیمی ہو۔تا کہ کلیۃ الحقوق (Law College) کے ان طالب علموں کے لیے جو ثانوی مدارس سے اپنی تعلیم مکمل کر کے آتے ہیں اور جن کا کوئی قانونی پس منظر نہیں ہوتا،ان کے لیے یہ کتاب مؤطا (تمام پہلوؤں کا احاطہ کرنے والی) بن جائے۔میں نے ہر ایسی کوشش وخواہش کی مخالفت کی ہے جس سے یہ کتاب فقہی احکام کا ایک موسوعۃ (Encyclopedia) مجموعہ فتاویٰ یا مرجع (Reference Book) بن جائے، جس میں فقہ کے دقائق اور تفصیلات درج ہوں۔لہذا یہ کتاب جیسا کہ میں نے چاہا تھا اسی حالت میں ہے۔یہ ایک مدخل ہے،مؤطا ہے، جو یونیورسٹی کے طالب علموں کو بنیادی فقہی مفاہیم سکھاتی ہے۔فقہی تفکیر کا سیدھا اور صاف منہج دکھاتی ہے۔ان فقہی احکامات کی فروع اور تفاصیل نہیں بتاتی اور سکھاتی جن سے فقہ کی روایتی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔اس کتاب میں جو فقہی احکام موجود ہیں ان کا بنیادی مقصد تعلیمی غرض کو پورا کرنا ہے۔اور اس کے لیے مثالیں پیش کی گئی ہیں،شواہد لائے گئے ہیں۔مفاہیم مجردہ کی تشخیص کی گئی ہے۔"

المدخل الفقہی العام میں شیخ مصطفیٰ نے جدید قانونی کتب کی تالیف وترتیب کے اسلوب کو اپنایا ہے جس میں فروعات کو موضوعات اور اصولوں کے تحت مرتب کیا گیا ہے۔ڈاکٹر منیر عجلانی اس کتاب کے اسلوب کے بارے میں فرماتے ہیں:

" لم ينسج فيها على منوال من سبقوه من شراح المجلة، الذين جعلوا الفقه فتاوى وقضايا وجزئيات... وانما حاول أن يدرس المجلة كما يدرس الأساتذه الفرنسيون فى كلية الحقوق بباريس مادة القانون المدنى. "(۱۰)

"اس کتاب میں انہوں نے اپنے ان سابقہ پیشروؤں کے طرز اسلوب کو اختیار نہیں کیا جنہوں نے مجلۃ کی شرحیں لکھی ہیں اور جنہوں نے فقہ کو فتاویٰ، قضایا اور جزئیات میں تقسیم کیا ہے۔انہوں نے یہ کوشش کی ہے کہ مجلّہ کی تدریس اس انداز سے کی جائے جس طرح فرانسیسی اساتذہ پیرس کے لاء کالج میں مدنی قانون کے مضمون کو پڑھاتے ہیں۔"

یہی وجہ ہے کہ اس کتاب میں شیخ مصطفیٰ نے جدید، محققانہ اور تعلیمی اسلوب اپنایا ہے۔ آپ عموماً اصطلاحات کی وضاحت میں بقدر ضرورت لغوی و اصطلاحی معنی بیان کرنے کے بعد اپنی وضع کردہ تعریف بیان کرتے ہیں۔ تعریف بیان کرنے کے بعد اس تعریف کی تشریح و توضیح آسان فہم اور سادہ الفاظ میں "تحلیل التعریف" (۱۱) کے عنوان کے تحت کرنے کے ساتھ ساتھ فقہاء سلف کی تعریفات سے موازنہ کرتے ہوئے اپنی تعریف کے امتیازی پہلو بھی اجاگر کرتے ہیں۔ لغوی معنی واصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے آیات اور احادیث سے استشہاد کرتے ہیں۔ نظریات کی تشکیل میں اس نظریہ کے اسباب، نتائج اور خصائص پر روشنی ڈالتے ہیں۔ اس کتاب کے منہج واسلوب کی نمایاں خصوصیات نکتہ وار بیان کی جاتی ہیں:

☆ شیخ مصطفیٰ غیر متعلقہ وضاحت کو متن میں بیان کرنے کی بجائے حاشیے میں بیان کرتے ہیں۔ (۱۲)

☆ حدیث کا حوالہ حاشیہ میں بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے مختلف طرق اور ان کا درجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ (۱۳)

☆ شیخ نے اقوال واحادیث نقل کرنے میں مکمل تحقیق اور جانچ پڑتال کو ملحوظ رکھا ہے۔ سوائے ایک قول جو قواعد فقہیہ (۱۴) کی تعریف ہے جسے شیخ نے علامہ حموی کی طرف منسوب کیا اس تعریف کو علامہ حموی کی کتاب میں تلاش نہیں کیا جا سکا۔ باقی تمام اقوال اور اقتباسات اصل مصادر سے لئے گئے ہیں۔

☆ مؤلف نے تفصیلی اقتباسات کا حاصل اختصار سے بیان کیا تا کہ متن ثقیل نہ ہو۔ مختصر اقتباسات کو ہو بہو نقل کر دیتے ہیں۔ (۱۵)

☆ سابقہ کسی بحث میں کوئی بات گزر چکی ہو تو آئندہ بحث میں اس کا حوالہ آنے کی صورت میں فصل نمبر اور فقرہ نمبر لکھ کر قاری کی راہنمائی فرماتے ہیں کہ وہ سابقہ بحث میں اس کو دیکھ لے۔ (۱۶)

محاسن وخصائص:

کتب اگر خوبیوں سے مزین ہوں تو تب ہی مقبولیت حاصل کر پاتی ہیں۔ خوبیاں اور منفرد خصوصیات ہی کسی کتاب کو دوسری کتب سے ممتاز کرتی ہیں۔ المدخل الفقہی العام بہت سی اہم خصوصیات کی حامل کتاب ہے۔ اسی وجہ سے اس کتاب کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ چند اہم خصوصیات ذیل میں بیان کی جا رہی ہیں۔

ا۔ فقہی نظریہ سازی:

فقہی نظریہ سازی کے میدان میں شیخ مصطفیٰ کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ فقہ اسلامی میں اس کتاب کا اہم کردار نظریہ سازی کے میدان میں ہے اس بناء پر ہی یہ مؤلف کا اہم اجتہادی کارنامہ قرار دی گئی ہے۔ مسلمانوں کے علمی ذخیرے میں موجود فقہ اسلامی پر لکھی جانے والی کتب عموماً قدیم اسلوب میں تالیف کی جاتی رہی تھیں۔ ہر شعبہ زندگی سے متعلق فروع و مسائل کو ابواب کے تحت ترتیب دیا جاتا تھا۔ فقہ اسلامی کے بنیادی نظریات انہی فروعات میں پوشیدہ ہوتے تھے۔ گویا ہماری

فقہی کتب براہ راست فروع سے بحث کرتی ہیں تاہم وقت کے بدلتے حالات کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے یہ قدیم اسلوب کارآمد نہیں رہا تھا۔ یہ مغربی قوانین کا مقابلہ کرنے سے قاصر تھا اور اس اسلوب میں فقہ اسلامی کے جوہر ماند پڑتے جا رہے تھے۔ اس کے مقابلہ میں مغربی قوانین براہ راست نظریات سے بحث کرتے ہیں۔ مغربی اقوام سے اختلاط کے باعث مسلم معاشروں میں مغربی قوانین کی چھاپ نمایاں ہے۔ عصر حاضر کی یہ بڑی اہم ضرورت تھی کہ فقہ اسلامی کو ایسے اسلوب میں پیش کیا جائے جو جامعات کے شعبۂ قانون کے طلبہ کے لیے آسان فہم ہوں۔ مؤلف نے اس کتاب میں فقہی نظریات تشکیل دیئے ہیں۔ چنانچہ شیخ مصطفیٰ کا اس کتاب کی تالیف کا اہم مقصد نظریہ سازی ہی ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"وهد في فيه أن أقلب صياغة الفقه الاسلامي، فأ بني من قواعده ومبادئه نظرية عامة على غرار نظرية الا لتزام العامة في الفقه القانوني الاجنبي الحديث خدمة لفقهنا الاسلامي الجليل."(۱۷)

اس کتاب کے پانچ اہم ابواب فقہی نظریات پر مشتمل ہیں۔ آپ نے نظریہ ملکیت، نظریہ عقود، نظریہ مؤیدات شرعیہ، نظریہ اہلیت وولایت اور نظریہ عرف پر عمدہ مباحث قلم بند کیے ہیں۔ ان نظریات کو موضوعاتی ترتیب پر مرتب کیا ہے جن کی ذیل میں فروعات بھی بیان کی ہیں اور نظریہ کے اسباب، نتائج، خصائص وغیرہ پر روشنی ڈالی ہے۔

سادہ اور آسان زبان:

شیخ مصطفیٰ نے اس کتاب میں مباحث کو عمدہ اور آسان فہم زبان میں پیش کیا ہے۔ دقیق اور پیچیدہ مسائل کی وضاحت میں سہل اسلوب اپنایا ہے تاکہ قاری کو مسائل کی تفہیم میں دقت پیش نہ آئے۔ آپ نے مشکل فقہی مضامین کو زبان وادب کی چاشنی سے بھی مزین کیا۔ علامہ علی احمد ندوی اس خصوصیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"ومن ميزات شيخ الفقهية الجلية أنه صاغ الفقه الاسلامي صياغة جديدة مشرقة، فنقاه من شوائب التعقيد، فظهرت نصاعة البيان وسلاسة العبارة في جميع ما كتب مع حسن الترتيب وجودة التنسيق، وذلك لأنه كان ضليعاً في اللغة العربية، أديباً متر سلا ريانا من الأدب العربي، نهل من ذخائره."(۱۸)

"شیخ کی فقہی خصوصیات میں ایک اہم بات یہ ہے کہ آپ نے فقہ اسلامی کو ایک نیا رنگ دیا۔ اسے پیچیدگی سے پاک کیا اور بالکل صاف سیدھی اور سلیس عبارت میں پیش کیا۔ آپ نے جو کچھ بھی لکھا اس میں حسن ترتیب اور ربط وتنظیم کو ملحوظ رکھا۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ آپ کو عربی زبان پر دسترس حاصل تھی۔ آپ عربی کے ممتاز ادیب تھے اور آپ نے عربی ادب کے ذخائر سے استفادہ کر رکھا تھا۔"

ڈاکٹر منیر عجلانی اس کتاب کے زبان وبیان کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

مؤلف کی زبان نہایت شستہ وادبی ہے۔ استاذ الزرقاء فقیہ بھی ہیں اور ادیب بھی۔ اس کتاب میں انہوں نے جو

اسلوب اختیار کیا ہے اس سے آپ کو مضمون کے مشکل اور خشک ہونے کا احساس نہیں ہوگا۔(۱۹)

مذہبی تعصب سے دوری:

مؤلف نے اس کتاب میں مسلکی اختلافات سے قطع نظر کرتے ہوئے بہت فراخدالی سے ائمہ کے درمیان اختلاف کو بیان کیا ہے۔ شیخ مصطفیٰ اگر چہ حنفی المذہب ہیں لیکن آپ کی تالیفات کے اندر مذہبی تعصب کے اثرات نظر نہیں آتے۔ اس کتاب میں تمام فقہاء کا بہت عزت وتکریم کے ساتھ نام لیا اور تذکرہ کیا ہے۔ کتاب ہذا کو اگر چہ حنفی مذہب پر مرتب کیا ہے تاہم آپ نے بقدر ضرورت دیگر مذاہب کی آراء کو بھی بیان کیا ہے۔ جس مذہب کی رائے موجودہ حالات و ضروریات کے مطابق ہو اس کو احسن قرار دیا ہے اور اس کا اظہار فراخدلی سے کیا ہے۔ بسا اوقات ایک مذہب کے کسی خاص معاملہ میں تنگی ہوتی ہے جب کہ اسی مسئلے سے متعلق دوسرے فقہی مذہب میں وسعت موجود ہوتی ہے۔ شیخ مصطفیٰ فرماتے ہیں:

"وما يضيق عنه المذهب الواحد ونظرياته ففي مذهب آخر سعة منه وعلاج ولم يوجد تشريع كثرت فيه الاجتهادات واتسعت الآراء كالتشريع الاسلامي" (۲۰)

شیخ مصطفیٰ نے مذہبی عصبیت کو جہالت اور گمراہی کہا ہے:

"والتعصب المذهبي يحرم صاحبه من مزايا الشريعة، وهو جهل وضلال" (۲۱)

مذہبی تعصب اپنے اختیار کرنے والے کو شریعت کی خوبیوں سے محروم کر دیتا ہے اور یہ تو جہالت و گمراہی ہے۔

مؤلف نے مسائل کے بیان میں کسی ایک فقہی مذہب کے بیان پر اکتفا نہیں کیا بلکہ فقہی مباحث میں جہاں فقہاء کا اختلاف آیا ہے اسے بلا تردد بیان کیا ہے۔ پہلے احناف کی رائے بیان کرتے ہیں پھر دیگر مذاہب کی۔ اگر احناف کی رائے میں تنگی یا سقم پایا جاتا ہے تو آپ دیگر مذاہب کی آراء میں سے کسی ایک رائے کو راجح قرار دیتے ہیں اور تنگی پیدا کرنے والے مذاہب پر تنقید کرتے ہیں۔ جیسا کہ نظریہ اہلیت وولایت میں صغیر ممیز کے بارے میں احکامات کے ذیل میں "قابلية الاذن للتخصيص وعدمها" (اذن میں تخصیص کی قابلیت کا ہونا اور نہ ہونا) کی بحث میں احناف اور حنابلہ کے درمیان اختلاف کو بیان کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

"اجتہاد حنفی میں اذن تخصیص کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اور دوسرے اجتہادات میں جیسا کہ اجتہاد حنبلی میں اذن تخصیص کی قابلیت رکھتا ہے۔ اگر ممثل شرعی نے صغیر کے لیے کسی نوع، شخص یا زماں ومکاں کی قید لگائی ہے تو وہ انہی حدود کے اندر رہتے ہوئے معاملہ کرسکتا ہے۔ ان حدود کے باہر مجور متصور ہوگا۔" (۲۲)

شیخ مصطفیٰ دوسری رائے یعنی اجتہاد حنبلی کو زیادہ درست اور مصلحت کے زیادہ قریب قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں:

صغیر کو تجارت کی اجازت اس لئے دی گئی تا کہ وہ مشق کر سکے اور اسے تجربہ ہو۔ بسا اوقات اسے ایک شئے کی نسبت دوسری شئے کی زیادہ پہچان ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ ایک شخص کی نسبت دوسرے شخص سے بے خوف ہوکر معاملہ کر سکتا ہے، پس واجب ہے کہ تخصیص اذن کو درست قرار دیا جائے ورنہ اذن کی حکمت ضائع ہو جائے گی۔ (۲۳)

آخر میں حنفی رائے پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"علی ان کون الاذن اسقاطاً لقید الحجر لا یستلزم عدم امکان تخصیصه، لأن المقید یمکن أن تطلق منه ناحیة فقط ویبقی غیرها علی قیده." (۲۴)

"اگر اس بات کو مانا جائے کہ اذن تو مجور کو حجر کی قید سے نکالنے کا نام ہے، تو اس سے یہ لازم نہیں آتا ہے کہ اس کی تخصیص نہیں ہوتی کیونکہ یہ ممکن ہے کہ مقید کی ایک جہت مطلق ہو جائے اور دوسری اپنی حالت پر مقید ہی رہے۔"

فقہی مسائل اور فقہاء کے اختلاف کا مدلل بیان:

مؤلف نے مباحث اور مسائل کے بیان میں مدلل کلام کیا ہے۔ صرف فقہی اختلاف کو نقل ہی نہیں کیا بلکہ ان کے استدلال کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ ہر فقیہ کی رائے کو ان کے دلائل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ تا کہ قاری کو مسئلے کے تمام اطراف و جوانب سے واقفیت حاصل ہو جائے۔ مثلاً نظریۂ اہلیت و ولایت میں اذن کی تخصیص کی بحث میں احناف اور حنابلہ کے دلائل بھی بیان کئے ہیں۔ اجتہاد حنفی میں اذن تخصیص کی قابلیت نہیں رکھتا جبکہ اجتہاد حنبلی میں یہ قابلیت رکھتا ہے۔ دونوں آراء کے دلائل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وحجة الاجتهاد الحنفی أن الاذن رفع واسقاط لقید الحجر الأصلی، وأن الاسقاط فی نظر هم لا یقبل التقیید. وحجة الاجتهاد الأخری أنَّ الاذن كالتوكیل، والتوكیل یقبل التقیید، فیتقید الوكیل بما بقیده به الموكل، لأن سلطة الوكیل مستمدة منه." (۲۵)

"اجتہاد حنفی کی دلیل یہ ہے کہ اذن اصلی رکاوٹ کی قید کو ساقط کرنے اور دور کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اور ان کی نظر میں اسقاط تقیید کے قابل نہیں ہوتا۔ دوسرے اجتہادات کی دلیل یہ ہے کہ اذن توکیل کی مانند ہے توکیل قید کی قابلیت رکھتا ہے۔ جس کے ساتھ مؤکل مقید کر دے وکیل مقید ہوگا۔ کیونکہ وکیل کا سلطہ اپنے مؤکل کی اجازت سے مدد طلب کر رہا ہوتا ہے۔"

اسی طرح نظریہ عرف میں 'حالة تعارض العرف والاجتهاد ''میں شہد کی مکھی اور ریشم کے کیڑوں کی بیع کے مسئلے کی ذیل میں حنفی فقہاء کے مابین اختلاف کو نقل کرنے کے ساتھ ساتھ اس اختلاف کی وجہ بھی بیان کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ کے نزدیک شہد کی مکھی اور ریشم کے کیڑوں کی بیع جائز نہیں ہے کیونکہ آپ نے انہیں اموال شمار نہیں کیا۔امام نے انہیں حشرات الارض جیسا کہ مینڈک وغیرہ پر قیاس کیا ہے۔ لیکن امام محمد نے اس کے مال ہونے اور درست ہونے پر حکم لگایا ہے کیونکہ بیع وشراء میں یہ لوگوں کا عرف ہے اوران کے درمیان رائج ہے۔(۲۶)

راجح قول کی طرف راہنمائی:

مؤلف نے اپنی اس کتاب میں اس بات کا اہتمام کیا ہے کہ فقہی مسائل میں اختلاف کو بیان کرنے کے بعد قاری کی راجح قول کی طرف راہنمائی کی جائے۔آپ عموماً فقہاء احناف کے مابین اختلاف بیان کرنے کے بعد حنفی اجتہاد میں راجح قول کی طرف بھی اشارہ فرماتے ہیں۔جیسا کہ نظریہ اہلیت وولایت میں صغیر ممیز سے متعلق احکام بیان کرتے ہوئے ایک اختلافی مسئلے کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔کہ اگر صغیر ممیز غیر ماذون جب کسی سے عقد کرتا ہے اور مال سپردگی میں لے لیتا ہے اور پھر اگر وہ مال تلف ہو جائے تو کیا وہ ضمان دے گا یا نہیں؟اس مسئلے میں امام ابو یوسف اور امام ابوحنیفہ کی رائے بیان کرتے ہیں:

امام ابو یوسف کی رائے یہ ہے کہ وہ صغیر غیر ماذون ضمان دے گا کیونکہ غیر ماذون سے عقد نافذ نہیں ہوا لیکن فعل اتلاف تو باقی ہے۔یہاں معاملہ ضمان فعل کا ہے۔اور صغیر اس کا اہل ہے۔یہ معاملہ ضمان عقد کا نہیں ہے۔جبکہ امام ابوحنیفہ اور ان کے دوسرے صاحب امام محمد کی رائے عدم ضمان کی ہے۔دلیل یہ ہے کہ یہاں فعل اتلاف کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ یہ معاملہ ایسا ہے کہ یوں سمجھئے کہ مالک نے زبردستی صغیر کو مال دے دیا،اس نے خود نہیں لیا۔پس ضمان عقد کے ساتھ ہوتا ہے اور صغیر غیر ماذون میں تو عقد کے ضمان میں التزام کی اہلیت ہی نہیں ہے۔ امام ابوحنیفہ اور امام محمد کی رائے بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

"هذا هو الرأي الراجح في المذهب الحنفي." (۲۷)

اپنی رائے کا بیان:

بسا اوقات مؤلف فقہاء کا اختلاف بیان کرنے کے بعد اپنی رائے بھی بیان کرتے ہیں۔آپ نے فقہی آراء میں سے کسی ایک رائے کو راجح بھی قرار دیا ہے،جیسا کہ نظریہ فساد میں فساد کے اسباب بیان کرتے ہوئے''اکراہ'' کو فساد کا سبب قرار دیا ہے۔یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے۔امام ابوحنیفہ کے نزدیک اکراہ کی صورت میں عقد فاسد ہو جاتا ہے اور اس پر تمام اثرات عقد فاسد کے مرتب ہوں گے۔امام زفر کی رائے میں اکراہ کے ذریعے ہونے والا عقد صحیح موقوف ہے، فاسد نہیں۔(۲۸)

منطقی دلائل کا بیان:

فقیہ کے لیے ضروری ہے کہ وہ علوم شرعیہ اور استدلال کے لیے ضروری دیگر علوم پر دسترس رکھتا ہو۔علم منطق بھی

ان علوم میں سے ایک اہم علم ہے۔شیخ مصطفیٰ نے اس کتاب میں اپنی بات کو مدلل انداز میں پیش کرتے ہوئے بسا اوقات علم منطق سے بھی استفادہ کیا ہے اور منطقی دلائل بیان کئے ہیں تا کہ قاری کی تفہیم کے لیے مسئلے کے تمام اطراف وجوانب کو واضح کیا جاسکے۔جیسا کہ نظریہ عرف میں عرف اور عادت کے مابین نسبت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ عادت عام ہے اور عرف خاص ہے، یہ عادت مقیدہ ہے۔ ہر عرف عادت تو ہوسکتا ہے تاہم ہر عادت عرف نہیں ہوسکتی۔اس بات کی دلیل علم منطق کے ایک قاعدہ سے پیش کرتے ہیں۔علم منطق کا قاعدہ ہے:"**العموم والخصوص المطلق.**" (۲۹)اس قاعدے کی وضاحت حاشیہ میں کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"**العموم والخصوص فی اصطلاح علم المنطق نوعان: مطلق، ووجهی . فالعموم والخصوص المطلق عندما يكون أحد الشيئين أعم من الآخر دائماً، والآخر أخص دائماً. والوجهی عند ما يكون كل منهما أعم من الآخر من وجه وأخص منه من وجه.**"(۳۰)

"علم منطق کی اصطلاح میں عموم اور خصوص کی دو اقسام ہیں۔مطلق اور وجہی عموم اور خصوص مطلق میں دو اشیاء میں سے کوئی ایک شئی عام ہو جائے تو دوسری ہمیشہ خاص ہی رہے گی۔اور وجہی دو اشیاء میں سے ہر شئے ایک رخ سے دوسری شئے سے عام ہوتی ہے اور ایک رخ سے خاص ہوتی ہے۔"

عقلی دلائل کا بیان:

مسائل کے استنباط واستخراج کے لئے مؤلف قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرنے کے بعد بسا اوقات مسئلہ کی عقلی جہت بھی بیان کرتے ہیں۔جیسا کہ نظریہ ملکیت میں ملکیت کے اسباب میں وراثت کے مسائل کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مسئلے کا عقلی پہلو بھی واضح کرتے ہیں کہ اگر مورث کا ترکہ نہ ہو یا اس کا قرضہ ترکے سے زیادہ ہو تو وارث کو مجبور نہیں کیا جائے گا کہ وہ اپنے مال میں سے فوت شدہ شخص کا قرض ادا کرے کیونکہ وراثت ملکیت کے لیے شرعی سبب ہے نہ کہ تغریم کے لیے۔اس کی عقلی دلیل دیتے ہوئے مؤلف بیان کرتے ہیں کہ:

"**اذ لا يعقل أن يغرم انسان تبعات تصرف صادر من غيره لم يكن له به دخل، ولم يتكفل به.**"(۳۱)

جبکہ عقل بھی نہیں مانتی کہ جب کسی دوسرے انسان سے قرض کا تصرف صادر ہوا ہے اور ایک شخص اس معاملے میں داخل ہی نہیں ہے اور وہ اس کا کفیل (ذمہ دار) بھی نہیں ہے۔

شرعی نصوص کے فہم میں عقل کے عمل دخل کے حوالے سے اپنے فتاویٰ میں بیان کرتے ہیں کہ:

"**ان الدين الاسلامي مزيته الأولى انه يقوم على العقل واحكامه العملية معللة برعاية المصالح والأصلح.**"(۳۲)

"بیشک دین اسلام کی سب سے پہلی خوبی یہ ہے کہ یہ عقل پر پورا اترتا ہے اور اس کے احکام عملی طور پر مصالح اور درستگی کے ساتھ معلل ہوتے ہیں۔"

فروع کو اصول کی طرف لوٹانا:

اس کتاب کی اہم خاصیت یہ ہے کہ مؤلف نے اس کتاب میں صرف فروعات سے بحث نہیں کی بلکہ انہیں اصولوں کی طرف لوٹایا ہے۔ کتاب ہذا کو اس عمدہ ترتیب پر مرتب کیا ہے کہ اصول کو بیان کرنے کے بعد ہی اس کی وضاحت کے لیے مختلف فروعات پیش کرتے ہیں۔ فروعات میں پوشیدہ اصولوں کو نمایاں کرتے ہیں۔ جیسا کہ نظریہ ملکیت میں ملکیت کے خصائص بیان کئے گئے۔ دراصل یہ خصائص اصول بھی شمار ہوتے ہیں۔ مؤلف نے ان اصولوں کو فروعات سے اخذ کیا ہے۔ جیسا کہ یہ خاصیت:

"ان ملكية العين لا تقبل التوقيت، اما ملكية المنفعة فالاصل فيها التوقيت." (۳۳)

"ملک عین وقت کی تعین قبول نہیں کرتی جبکہ ملک منفعت میں توقیت ہی اس کی اصل ہے"۔

جیسا کہ ملک منفعت میں اجارۃ اور اعارۃ وغیرہ جس میں محدود مدت کے لیے کوئی شے اجرت پر یا عاریتاً دے دی جاتی ہے۔ (۳۴)

استاذ عبد القادر عودۃ، جو تقابلی مطالعہ قانون میں خود ایک مستند حوالہ ہیں اور بلند مقام کے حامل، اس کتاب کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

" ولقد وقع في يدى كتاب المدخل الفقهي العام فوجدت شيئاً جديداً وعملا جليلاً. فأما انه شئي جديد فانه الفقة الاسلامي لم يجر رجاله على هذا الطريقة الحديثة التي جرى عليها المؤلف، ولم يأخذوا بذلك التقسيم العصرى الذى الخذ به . حيث تؤصل المسائل، تعرض الكليات، وتبسط النظريات، وتشرح المصطلحات ثم تستخرج الفروع من أصولها أوترد الجزئيات الى كلياتها، او تطبيق النظريات على موضوعاتها."(۳۵)

"میرے ہاتھ میں یہ کتاب آئی پس میں نے اسے نئی شئے اور عمل جلیل پایا۔ بے شک یہ جدید شے ہے اس سے پہلے فقہ اسلامی کو کسی شخص نے اس نئے طریقے سے جاری نہیں کیا جیسا کہ مؤلف نے جاری کیا ہے۔ اور نہ ہی اس موجودہ تقسیم کو استعمال کیا ہے جو مؤلف نے استعمال کی ہے۔ انہوں نے کلیات بیان کیے ہیں۔ نظریات کو وسعت دی ہے۔ اصطلاحات کی شرح کی ہے۔ پھر فروع کا ان کے اصول سے استخراج کیا ہے یا جزئیات کو ان کی کلیات کی طرف لوٹایا ہے۔ یا نظریات کو ان کے موضوعات پر منطبق کیا ہے۔"

احکام کی حکمت وعلت کا بیان:

شیخ مصطفیٰ اس کتاب میں بسا اوقات احکام کی حکمت وعلت کو بیان کرنے کا بھی اہتمام کرتے ہیں کیونکہ فقہ اسلامی عمومی مقاصد کے ساتھ جڑی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر نظریہ ملکیت میں وراثت کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ارث ایسا ذریعہ ہے جس پر الٰہی اور وضعی قانون سازی وارد ہوتی ہے۔ اس میں حکمت بھی ہے اور منفعت بھی۔ کیونکہ رأس المال میں خلف کی طرف سلف کی محنتوں کے نتائج، ان کی قوت اور زندگی کے وسائل منتقل ہوتے ہیں۔ اس طرح اپنی جاری اور اضافہ شدہ قوت کی نسبت کے اعتبار سے اقتصادی فعالیت اور پیداوار کی رسی متصل ہوتی ہے۔ بعد میں آنے والے کو انسانی حیات کے وسائل کے لیے نئے سرے سے کام شروع نہیں کرنا پڑتا۔'' (۳۶)

تماثیل کا بیان:

بسا اوقات مؤلف نے مسائل اور اصطلاحات کی تشریح وتوضیح کے دوران خوبصورت اور روزمرہ زندگی سے لی گئی تمثیلیں بیان کی ہیں تاکہ قاری کو الفاظ ومسائل کی وضاحت میں دقت پیش نہ آئے۔ ان کی کوشش ہے کہ خشک فقہی مضامین کو دلکش پیرائے میں بیان کیا جائے اور قاری کی توجہ مسلسل مباحث پر مبذول رہے۔ جیسا کہ نظریہ مؤیدات شرعیہ کے تحت مؤیدات کے اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے ملکی فوج کی مثال دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''فالمؤيدات شرعيه هي الاحكام الحامية...... فالمؤيدات بالنسبة الى اصل الشريعة كالجيش بالنسبة الى البلاد ومصالحها......'' (۳۷)

مؤیدات شرعیہ اصل میں یہی حمایتی احکام ہیں۔۔۔ نظام اصلی سے مؤیدات کی نسبت ایسی ہی ہے جیسی کہ لشکر کی نسبت شہر اور اس کے مصالح سے ہے۔ یہ لشکر دشمن کو دور رکھتا ہے۔ ملک کی حدود کی حفاظت کرتا ہے۔ جو اس کی حدود سے تجاوز کرے اس کو قوت کے ساتھ سزا دیتا ہے۔ اور جب یہ حمایت (دفاع) کرنے والا لشکر قوت میں کمزور یا کم ہو جاتا ہے تو حکومت کا غلبہ ملک میں ختم ہو جاتا ہے۔ پس اسی طرح جب مؤیدات شرعیہ کا فقدان ہو تو شریعت کی حرمت میں کمی آتی ہے اور اس کا غلبہ باقی نہیں رہتا۔

قواعد کلیہ سے استدلال:

شیخ مصطفیٰ نے احکام کے استخراج واستدلال کے لیے قواعد کلیہ سے بھی استفادہ کیا ہے۔ بسا اوقات آپ قواعد کلیہ بطور استشہاد بھی بیان کرتے ہیں۔ جیسا کہ نظریہ ملکیت میں یہ فرع بیان کی گئی ہے کہ اگر کوئی شخص شکار کے ارادے سے جال پھیلاتا ہے تو وہ شکار اس کی ملکیت ہی ہوگا۔ البتہ اگر کوئی شخص جال خشک ہونے کے لیے پھیلائے اور کوئی پرندہ اس میں

پھنس جائے تو یہ جال پھیلانے والے کی ملکیت نہیں ہوگا جو چاہے اسے لے سکتا ہے۔ اس فرع کے تحت قاعدۃ کلیہ "الامور بمقاصدها "(۳۸) بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔ یہ قاعدہ کلیہ مندرجہ بالا فرع سے موافقت رکھتا ہے۔

اسی طرح نظریہ مؤیدات شرعیہ میں نظریہ بطلان کے تحت کچھ استثنائی صورتیں بیان کرتے ہیں کہ جس میں عقد باطل کا اثر معتبر ہوتا ہے۔اس میں ایک صورت انقلاب عقد کی ہے۔ بعض فقہی مثالوں میں بسا اوقات ایک باطل عقد کو صحیح عقد کی جانب پھیر دیا جاتا ہے جب بیع اور اجارۃ کے عقد میں قیمت اور اجرت کی بتصریح نفی کردی جائے۔مثلاً عاقد کہتے ہیں "بعتک الشئی بلا ثمن" یا یہ کہے "آجرتک اياه بلاأجرة" یہ دونوں عقود عقد معاوضہ میں سے ہیں۔جب ثمن کی بتصریح نفی کر دی گئی تو حقیقت میں عقد معاوضہ کی بھی نفی ہوگئی۔ کیا اس صورت میں عقد پلٹ کر ھبۃ ہو جائے گا اور اجارۃ ،اعارۃ میں پلٹ جائے گا؟

فقہاء کے ایک گروہ کی یہ رائے ہے کہ **قاعدة العبرة في العقود للمقاصد والمعاني لا لالفاظ والمباني**۔ کے تحت عقد کا پلٹ جانا درست ہے۔دوسرے گروہ کی عدم انقلاب کی طرف رائے ہے۔اس کی دلیل یہ ہے کہ عقد باطل معدوم ہے،انقلاب معدوم میں نہیں ہوتا یعنی جو چیز موجود ہی نہیں ہے اس کا پلٹنا کیسا؟ اجتہاد حنفی میں اسی رائے کو ترجیح دی گئی ہے۔(۳۹)

مؤلف کی رائے میں قاعدۃ کلیہ سے استدلال کرتے ہوئے پہلی رائے پسندیدہ ہے۔قواعد کلیہ بھی اس کی تائید کرتے ہیں۔طے شدہ قاعدہ ہے کہ "**اعمال الكلام أولى من اهماله** (کلام کو بامعنی قرار دینا اسے مہمل قرار دینے سے زیادہ بہتر ہے)، دوسرا قاعدہ "**ومن صور اعمال الكلام حمله على المجاز اذا تعذرت الحقيقه**"(جب حقیقی معنی لینا ممکن نہ ہو تو مجازی معنی لیے جائیں گے) .اسی طرح بیع اور اجارۃ کو مجازی طور پر ہبۃ اور اعارۃ شمار کرلیا جائے گا۔(۴۰)

معاصر ملکی قانون سے تقابل:

مؤلف نے مختلف احکام ومسائل کے بیان کے ساتھ ساتھ اس امر کی بھی وضاحت کی ہے کہ فلاں حکم ملک شام میں ریاستی قانون کے طور پر نافذ ہے اور بسا اوقات معاصر ملکی قانون کو بطور تقابل بھی پیش کرتے ہیں۔جیسا کہ نظریہ ملکیت میں خصائص ملکیت بیان کرتے ہوئے پانچویں خاصیت:"**ان الملكية الشائعة في الأعيان المادية هي في الاصل، كالملكية المتميزة المعينة في قابلية التصرف، الالمانع**(بے شک مادی اعیان میں تصرف کی قابلیت کے اعتبار سے ملک شائعہ ملک متمیزہ کی مانند ہے۔الا یہ کہ کوئی مانع ہو)۔اس قانون کے تحت بیان کرتے ہیں کہ ہر طرح کا تصرف کرنا جائز ہے۔سوائے تین تصرف رھن،ہبۃ اور اجارۃ کے۔

رہن کے بارے میں لکھتے ہیں کہ حصہ شائعہ کی صورت میں فقہ اسلامی میں اس سے اس لیے منع فرمایا گیا ہے تا کہ

دوسرے شریک کے حق پر زیادتی نہ ہوسکے کیونکہ مرتہن جب اپنے حصے کو قبضے میں لے گا تو دوسرے شریک کا حصہ بھی اس کے قبضہ میں چلا جائے گا اور یہ دوسرے کے حق میں زیادتی ہے۔ جبکہ موجودہ دور میں رجسٹری کے نظام کے باعث ایسا کرنا درست ہے۔نظام عقار یہ رجسٹری کو ضروری قرار دیتا ہے اور تمام عقد اس رجسٹری کے تحت انجام پاتے ہیں۔ہمارے شام کے مدنی قانون میں یہ شق موجود ہے۔"كل عقار جاز بيعه جاز رهنه" ہر وہ غیر منقولہ جائیداد جس کی بیع کرنا جائز ہے اس کا رھن بھی جائز ہے۔(۴۱)

یوں مؤلف احکام و مسائل کا تقابل معاصر ملکی قانون سے کرتے ہیں وہ قوانین جو شریعت اسلامیہ کے موافق ہیں وہ بھی بیان کرتے ہیں تا کہ وہ یہ ترغیب دلاسکیں کہ عصر حاضر میں بھی اسلامی قوانین کا نفاذ ممکن ہے۔اور بسا اوقات اسلامی احکام کے مخالف قوانین کی طرف بھی اشارہ کرتے ہیں۔

مغربی اور فرانسیسی قانون سے تقابل:

سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد بلاد اسلامیہ میں مغربی قوانین کے نفاذ کا عمل تیزی سے شروع ہوا۔جدید ذہنوں میں ایسے تصورات راسخ ہوتے جارہے تھے کہ فقہ اسلامی اب جدید دور کا مقابلہ نہیں کرسکتی اور جدید مسائل کا حل اس میں تلاش کرنا ممکن نہیں ہے۔جبکہ مغربی قوانین میں جدید مسائل کا حل موجود ہے۔مستشرقین اور مغرب کی فقہ اسلامی کے خلاف محاذ آرائی کے باعث اس دور کے فقہاء کرام نے اس اشد ضرورت کا ادراک کرتے ہوئے ،فقہ اسلامی کو جدید اسلوب پر مرتب کیا اور مغربی قوانین کے ساتھ تقابل پیش کیا تا کہ فقہ اسلامی کے امتیازات وخصائص کو اجاگر کیا جاسکے۔ مؤلف نے بھی کتاب ہذا میں مغربی اور فرانسیسی قوانین کو بطور تقابل بیان کیا ہے۔بسا اوقات آپ صرف قوانین کو بیان کرنے پر اکتفاء نہیں کرتے بلکہ مغربی قوانین پر نقد کرتے ہوئے فقہ اسلامی کے خصائص وامتیازات کو اجاگر بھی کرتے ہیں۔جیسا کہ نظریہ مؤیدات شرعیہ کے موضوع کے تحت پہلے فقہ اسلامی میں نظریہ بطلان کو بیان کرتے ہیں اور بعد ازاں فرانسیسی قانون میں اسی نظریہ کی وضاحت کرتے ہیں۔آخر میں فرانسیسی نظریہ پر نقد کرتے ہیں۔فرانسیسی قانون میں بطلان کو دو اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے۔

۱۔بطلان مطلق ۲۔بطلان نسبی

بطلان مطلق اپنی فکر، قواعد، اسباب اور نتائج میں فقہ اسلامی کے نظریہ بطلان کے مشابہ ہے۔اور بطلان نسبی یہ عقد ارادی کی مختلف حالتوں میں سے بعض حالتوں میں منعقد ہونے والا عقد ہوتا ہے۔جسے عیوب الرضا کا نام دیا گیا ہے۔ ایسی حالتوں میں بطلان نسبی کا انعقاد صحیح ہوگا اور قانونی طور پر واجبات اور ذمہ داریاں نافذ ہوجائیں گی۔لیکن یہ دو عقد کرنے والوں کے عقد میں ابطال کی صلاحیت رکھتا ہے۔(۴۲)

شیخ مصطفیٰ فقہ اجنبی (فرانسیسی) کی تقسیم پر نقد کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واضح ہوا کہ فقہ اجنبی کے بطلان نسبی میں بطلان کا معنی کم یا زیادہ بالکل بھی نہیں پایا جاتا بلکہ یوں سمجھیے کہ اس معاملے میں بطلان کا سایہ بھی نہیں پڑا۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے اس میں قابلیت ابطال ہے جس کا حق قانونی طور پر فریقین میں سے ایک فریق کو دیا گیا ہے تاکہ حق خاص کو بچایا جاسکے۔ یہ واضح ہے کہ مجرد قابلیت ابطال اور بطلان الگ الگ ہیں۔ یہاں پر عقد کی صفت بطلان کے ساتھ بیان کرنا درست نہیں ہے۔ چاہے وہ بطلان نسبی ہی کیوں نہ ہو۔ (۴۳)

اسی طرح مؤلف نظریۂ عقد میں ''سلطان الارادۃ العقدیۃ'' کی بحث میں اجتہادات اسلامیہ کا مؤقف بیان کرتے ہیں اور بعدازاں فقہ اجنبی (غیر ملکی) کا مؤقف بیان کرتے ہیں۔ اجنبی فقہ میں عقدی شروط پر بھی بحث کرتے ہیں۔ آخر میں شروط سے متعلق اجنبی نظریہ پر بھی نقد کرتے ہیں۔ (۴۴)

مؤلف نے فقہی اصطلاحات اور قانونی اصطلاحات کے مابین موازنہ بھی پیش کیا ہے تاکہ قاری کی معلومات میں اضافہ ہو (۴۵)۔ اس خصوصیت سے متعلق استاذ عبدالقادر عودۃ فرماتے ہیں:

''ومؤلف الكتاب لا ينسى أن يذكر بجواز المصطلح الاسلامی والمصطلح القانونی ليبين الفرق بينهما فی دقة التسمية، وليوسع بذلک معلومات القاری، وينبه ذهنه الی الموازنة والتعمق فی الفهم''. (۴٦)

المدخل الفقہی العام کی علمی قدر و قیمت:

یہ کتاب شیخ مصطفیٰ کا اہم اجتہادی کارنامہ ہے۔ شیخ مصطفیٰ اپنے کام میں کمال، پختگی اور مہارت پیدا کرنے کے لیے ہر دم کوشاں رہتے تھے۔ حد درجہ محنت، توجہ اور احتیاط کے باعث ہی شیخ کی کتب کو علماء کے ہاں نمایاں مقام حاصل ہوا خصوصاً المدخل الفقہی العام کو اپنے موضوع کے اعتبار سے عصر حاضر کی فقہ کی اہم کتب میں شمار کیا جانے لگا۔ آپ کے ہم عصر اور بعد میں آنے والے علماء وفقہاء نے آپ کے اس کام کو بہت سراہا ہے۔ استاذ علی احمد الندوی اس کتاب کی علمی قدر و قیمت کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

والواقع أن كتابه (المدخل الفقهی العام) بعد من روائع الكتب الفقهية، فقد تضمن البحث فی نظريات فقهية مؤصلة عميقة الفكر، غزيرة المعنی، بأسلوب ماتع سائغ، يبلج به جبين الفقه، وتصير الموضوعات الفقهية قريبة المنال، محببة لدی القاریٔ. (۴۷)

''حقیقت یہ ہے کہ آپ کی کتاب (المدخل الفقہی العام) کتب فقہیہ میں سے ایک شاہکار کتاب ہے۔ اس کتاب میں وہ فقہی نظریات پیش کیے گئے ہیں جن میں فکر کی گہرائی پائی جاتی ہے، جو معنی کا ایک بیش بہا سرمایہ اپنے اندر رکھتے ہیں،

اوراسلوب بیان ایسا جامع کہ یہ کتاب فقہ کے ماتھے کا جھومر بن گئی ہے۔اسکی بدولت فقہی موضوعات سہل الحصول اور قاری کے لیے پسندیدہ ہوگئے ہیں۔''

ڈاکٹر منیر عجلانی المدخل الفقہی العام کے بارے میں لکھتے ہیں:

''بعد هذا الكتاب، فى نظرنا، خير كتاب فى التوطئة لدراسة مجلة الاحكام العدلية. القانون المدني العثماني القديم. وهو الى ذلک دفاع مجيد عن عظمة الفقه الاسلامى'' (۴۸)

''ہماری نظر میں یہ کتاب مجلۃ الاحکام العدلیۃ کے مطالعے کے لیے تمہید کے طور پر ایک بہترین کتاب ہے، جو قدیم عثمانی دور کا مدنی قانون ہے۔اس کے ساتھ ساتھ یہ فقہ اسلامی کی عظمت کا شاندار دفاع بھی ہے۔''

استاذ عبدالقادر عودہ اس کتاب کی خصوصیات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

''فاذا هذا الفقه الغنى القوى الذى كان ملتفاً فى ثوبه العتيق القديم يخرج على الناس فى ثوبه الجديد فتياً مشرقاً يزاحم الفقه كله بمنكبيه'' (۴۹)

''پس یہ غنی اور طاقتور فقہ جو اپنے قدیم اور پرانے لباس میں ملبوس تھی،لوگوں کے سامنے (اس کتاب میں) اپنے نئے لباس میں ظاہر ہوئی ہے، پھر سے نوعمر اور روشن بن کر،اور اس میں انہوں نے فقہ کے ہر پہلو کو کھنگالا ہے۔''

المدخل الفقہی العام کے بعد لکھی جانے والی کتب فقہ پر اس کے اثرات:

کسی کتاب کی قدر و منزلت کا جائزہ لینے کے لیے یہ بات انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ اس کتاب کو بعد کے آنے والوں میں کتنی پذیرائی ملی اور مابعد کتب پر اس کے کتنے اور کیا اثرات مرتب ہوئے؟ یہ بھی اہم ہے کہ کوئی کتاب اپنی مابعد کتب میں بطور مصدر استعمال ہوئی ہو اور بعد کے آنے والوں نے اپنے مؤقف کی تائید کے لیے اس کتاب کی طرف رجوع کیا ہو۔

المدخل الفقہی العام کو منصۂ شہود پر آنے کے ساتھ ہی علمی و فقہی حلقوں میں بہت پذیرائی ملی اور عصر حاضر کی کتب فقہ میں اس کتاب کو ایک خاص مقام حاصل ہوا۔یہ اپنی مابعد کتب کے لیے ایک اہم مصدر و ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔عصر حاضر کے بہت سے مصنفین نے اس کے جدید اسلوب کو اپنایا اور فقہ اسلامی کے عمومی نظریات اور ان کی شاخوں سے متعلق کتب تصنیف فرمائیں۔ان کتب میں ایک ہی موضوع کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے، نہ کہ قدیم کتب فقہ کی مانند صرف فروعات سے بحث کی گئی ہے۔اس لحاظ سے ان کتابوں میں اسی منہج کی پیروی کی گئی ہے جس منہج پر شیخ مصطفیٰ نے المدخل الفقہی العام تالیف فرمائی ہے۔

عصر حاضر کی کتب فقہ میں سے چند کتب کے مطالعہ سے ہی یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ ان کتب کے اہم مباحث

میں شیخ مصطفیٰ کی کتاب المدخل الفقہی العام کے بنیادی مباحث سے مدد لی گئی ہے۔ خصوصاً شیخ مصطفیٰ کی وضع کردہ تعریفات اوران کی وضاحت کوکسی اصطلاح کی وضاحت میں ضرور نقل کیا گیا ہے۔

محمد توفیق رمضان نے اپنی کتاب "**البیوع الشائعة وأثر ضوابط المبیع علی شرعیتها**" میں عقد کی تعریف بیان کرتے ہوئے شیخ مصطفیٰ کی بیان کردہ تعریف بھی بیان کی ہے۔ شیخ مصطفیٰ نے عقد کی تعریف کی وضاحت میں جوتصرف کی دواقسام (فعلی وقولی) بیان کی ہیں، البیوع الشائعۃ میں ان کو بھی نقل کیا گیا ہے۔(۵۰)

شیخ مصطفیٰ نے اپنی کتاب میں قواعد فقہیہ اوراساسی نظریات کے مابین فرق کو بہت واضح اور عمدہ انداز میں بیان کیا ہے۔ قواعد فقہیہ اوراساسی نظریات پر بعد میں لکھی جانے والی اکثر کتب میں شیخ مصطفیٰ کے بیان کردہ فرق کو بطور اقتباس نقل کیا ہے۔ جیسا کہ عمر عبداللہ کامل نے اپنی کتاب "**القواعد الفقهية الكبرىٰ**" میں قواعد فقہیہ اور نظریہ فقہیہ کے مابین فرق کو بیان کرتے ہوئے المدخل الفقہی العام کا اقتباس نقل کیا۔(۵۱)

استاذ علی احمد الندوی نے اپنی کتاب "**القواعد الفقهية**" کی تالیف کے دوران جہاں بہت سے مصادر سے استفادہ کیا ہے، ان مصادر کی فہرست میں ایک نام المدخل الفقہی العام کا بھی ہے۔ آپ نے قواعد فقہیہ کا لغوی واصطلاحی مفہوم بیان کرتے ہوئے شیخ مصطفیٰ کی بیان کردہ تعریف بھی بیان کی۔ اسی طرح قواعد فقہیہ سے متعلق تصانیف پر کلام کرتے ہوئے آپ نے مجلۃ الاحکام العدلیۃ سے متعلق اہم امور کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی ترتیب سے متعلق شیخ مصطفیٰ کا مؤقف بیان کیا اور قواعد فقہیہ سے متعلق شیخ مصطفیٰ کی بیان کردہ تقسیم (اساسی قواعد اور فرعی قواعد) کی تائید کی ہے۔(۵۲)

اسی طرح عدنان عبداللہ عویضۃ نے اپنی کتاب "**نظرية المخاطرة فی الاقتصاد الاسلامی**" میں نظریۃ کا لغوی واصطلاحی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے جہاں بہت سے مصادر سے استفادہ کیا ہے۔ ان میں ایک اہم مصدر المدخل الفقہی العام بھی ہے۔(۵۳)

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی نے اپنی کتاب "الفقہ الاسلامی وادلتہ" میں ایک حصہ فقہی نظریات کے لیے مختص کیا ہے۔ ان نظریات کو بیان کرنے میں وہبہ الزحیلی نے المدخل الفقہی العام کے اساسی نظریات کو پیش نظر رکھا اور ان کی ترتیب اور اہم مباحث المدخل کے مباحث کی ترتیب سے بہت مشابہ ہے۔ یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ نظریہ ملکیت، عقد اور مؤیدات شرعیہ کے مباحث میں وہبہ الزحیلی نے شیخ مصطفیٰ کے بیان کردہ نظریات کا اختصار پیش کیا ہے البتہ وہبہ الزحیلی نے شیخ مصطفیٰ کے بیان کردہ نظریات کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ اور نظریات مثلاً نظریہ فسخ، نظریہ ضمان اور نظریہ ضرورت شرعیہ کا اضافہ کیا ہے۔ نظریات فقہیہ کے بیان کے علاوہ بھی انہوں نے اپنی کتاب کے اکثر مباحث میں شیخ مصطفیٰ کی کتاب سے استفادہ کیا ہے۔(۵۴)

نیز ڈاکٹر فتحی الدرینی نے بھی اپنی کتاب ''نظریۃ التعسف فی استعمال الحق'' کی تالیف کے دوران المدخل الفقهی العام سے استفادہ کیا ہے۔(۵۵) اکثر مصنفین نے اپنے مقالہ جات میں بھی اس کتاب سے استفادہ کیا ہے۔اس کتاب کی ترتیب اور اہم مباحث کو اپنی بات کی تائید و توثیق کے لیے استعمال کیا ہے۔(۵۶)

مختصراً المدخل الفقهی العام اپنے موضوع پر نہایت اہم اور مفید کتاب ہے۔مؤلف نے اس کتاب کی تیاری میں فقہ اسلامی کے وسیع ذخیرے سے استفادہ کیا ہے۔اس اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں علم فقہ کو جدید اسلوب پر مرتب کیا گیا ہے۔یہ سہل انداز اور زبان و بیان کی سادگی کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔اس کا یہ اسلوب علوم اسلامیہ سے نابلد قانون کے طالب علم کو فقہ اسلامی کو سمجھنے میں مدد دیتا ہے۔مؤلف نے اس ذریعہ سے اسلامی تعلیم اور یونیورسٹی کی جدید تعلیم میں پائے جانے والے خلاء کو ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔اس اعتبار سے یہ کتاب مؤلف کا علمی اور اجتہادی کارنامہ ہے۔ طویل عرصہ تک شام کی یونیورسٹیوں میں بطور نصاب پڑھائی جانے والی یہ کتاب اپنی پہلی طباعت سے لے کر آج تک علمی دنیا کے افق پر چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ ابوزہرة (۱۸۷۴۔۱۹۹۸ء) مصر کے نامور فقیہ ہیں۔آپ قاہرة یونیورسٹی کے لاء کالج کے وائس پرنسپل اوراسلامی قانون کے استاد بھی رہے۔آپ نے فقہ اسلامی کے اہم موضوعات پر قلم اٹھایا ہے۔آپ نے مصر میں جمال ناصر کی آمریت کے دور میں بھی جرأت کا مظاہرہ کیا اور اسلامی روایات کا تحفظ کیا۔دیکھئے: ملت اسلامیہ کی مختصر تاریخ،۳/۳۱۵

۲۔ صبحی محمصانی (۱۹۰۹۔۱۹۸۶ء) کا شمار لبنان کے نامور قانون دان اور فقہاء میں ہوتا ہے۔آپ نے قانون کی تحصیل فرانس میں کی اور اس کے بعد لندن یونیورسٹی سے بھی قانون کی اعلیٰ سند حاصل کی۔آپ نے قانون اور فقہ کے متعلق متعدد کتابیں فرانسیسی اور عربی زبان میں تالیف کیں۔ دیکھئے: صبحی محمصانی، فلسفہ شریعت اسلام، مترجم مولوی محمد رضوی، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۹۹ء، ص۱۳۔۱۴

۳۔ عبدالقادر عودة شہید (۱۹۰۶۔۱۹۵۴ء) مصر کے ممتاز فقیہ اور قانون دان تھے۔آپ قاہرة میں قائم کلیة القانون (Law College) سے فارغ التحصیل ہیں۔آپ مصر میں جج کے اہم عہدہ پر بھی فائز رہے۔آپ کا شمار اخوان المسلمین کے نڈر رہنماؤں میں ہوتا ہے۔ آپ نے التشریع الجنائی الاسلامی کے نام سے حدود وقوانین پر کتاب لکھی اس کتاب میں آپ نے اسلامی قوانین کا مغربی قوانین کے ساتھ تقابل مدلل انداز میں پیش کیا ہے۔۱۹۵۴ء میں جمال ناصر پر حملہ کے الزام میں جن چھ اشخاص کو پھانسی کی سزا سنائی گئی ان میں آپ بھی شامل تھے۔دیکھئے: عودہ، عبدالقادر، شہید، التشریع الجنائی الاسلامی، بیروت لبنان، دارالکتب العلمیة، ۲۰۰۵ء

۴۔ علامہ یوسف القرضاوی قطر کے جید عالم، دنیائے عرب کے نامور مصنف اور محقق ہیں۔آپ نے الحلال والحرام فی الاسلام اور فقہ الزکاة جیسی گرانقدر اور محققانہ کتب تصنیف فرمائیں۔آپ نے ان کتب میں جدید مسائل پر سیر حاصل مباحث قلم بند کئے۔

۵۔ شیخ مصطفیٰ احمد الزرقا (۱۹۰۷۔۱۹۹۹ء) کا شمار شام کے ممتاز قانون دان اور فقہاء میں ہوتا ہے۔آپ شام کے شہر حلب میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد احمد محمد الزرقا اور دادا محمد الزرقا حلب کے نامور فقیہ تھے۔شیخ مصطفیٰ نے دینی علوم کے ساتھ ساتھ قانون اور فرانسیسی زبان کی تحصیل پر بھی توجہ دی۔آپ نے دمشق یونیورسٹی سے قانون اور ادب میں سپشلائزیشن کی۔ بعد ازاں آپ دمشق یونیورسٹی میں قانون کے استاد بھی رہے اور اس کے لاء کالج (کلیة القانون) میں چیئرمین کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔آپ شامی پارلیمنٹ میں وزارت کے عہدے پر فائز رہے اور قانون سازی کے عمل میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔
دیکھئے: ابوالبصل عبدالناصر، مصطفیٰ احمد الزرقاء، دمشق، دارالقلم، ۲۰۱۰، ص۶۵، ۱۰۵

۶۔ الزرقا، مصطفى احمد، المدخل الفقهي العام (اخراج حديد)، دمشق، دار القلم، ۲۰۱۲ء، ۱/۱٦

۷۔ ایضا، ۱/۲۷۔۲۹

۸۔ ایضا، ۱/۲۹

۹۔ ایضا، ۱/۱۷

۱۰۔ ایضا، ۱/۱۳

۱۱۔ ایضا، ۱/۳۸۲، ۲/۷۸۳، ۸۷۳

۱۲۔ ایضا، دیکھئے ۱/۳۴۵، ۲۰۰، ۲۷۸

۱۳۔ ایضا، دیکھئے: ۱/۴۶۵، ۱۶۹، ۲۱۷، ۴۵۹

۱۴۔ حكم أغلبی ينطبق على معظم جزئياته (حاشيه الحموي على الاشباه) الفن الاول تحت القاعدة الاولى)، المدخل الفقهي العام، ۲/ ۹٦٥

۱۵ ایضا، ۲/۸۱۹

۱۶۔ ایضا، ۱/۵۰۴، ۵۷۵

۱۷۔ ایضا، ۱/ ۲۹

۱۸ ابوالبصل عبدالناصر، مصطفیٰ احمد الزرقاء، ص۳۵

۱۹۔ المدخل الفقہی العام، ۱/۱۴

۲۰۔ ایضا، ۱/۲۵۹

۲۱۔ مجد مکی، فتاویٰ مصطفیٰ الزرقاء، دمشق، دارالقلم، ۲۰۱۰، ص۲۰۹

۲۲. المدخل الفقهي العام، ۲/ ۸۱۰

۲۳۔ ایضا

۲۴۔ ایضاً، مزید مثالوں کیلئے دیکھئے، ۱/ ۵۴۷۔۵۶۳، ۲/ ۹۱۷

۲۵۔ ایضاً، ۲/ ۸۱۰

۲۶۔ ایضاً، ۲/ ۹۳۲، مزید مثالوں کیلئے دیکھئے، ۱/ ۴۳۱، ۲/ ۸۰۵، ۷۴۶، ۷۱۸۔۷۱۷

۲۷۔ ایضاً، ۲/ ۸۰۹، مزید مثالوں کیلئے دیکھئے، ۲/ ۷۱۹

۲۸۔ ایضاً، ۲/ ۷۴۶

۲۹۔ ایضاً، ۲/ ۸۷۴

۳۰۔ ایضا

۳۱۔ ایضاً، ۱/ ۳۴۱

۳۲۔ فتاویٰ مصطفیٰ الزرقا، ص ۵۷۹

۳۳۔ المدخل الفقہی العام، ۱/ ۳۶۲

۳۴۔ ایضا، مزید مثالوں کیلئے دیکھئے، ۱/ ۳۶۱۔۳۶۹، ۲/ ۷۲۰۔۷۲۷

۳۵۔ ایضاً، ۱/ ۶

۳۶۔ ایضا، ۱/ ۳۴۱

۳۷۔ ایضا، ۲/ ۶۶۷، مزید مثالوں کیلئے دیکھئے، ۲/ ۹۵۷

۳۸۔ ایضا، ۱/ ۳۳۶

۳۹۔ ایضاً، ۲/ ۷۱۸

۴۰۔ ایضا، ۲/ ۷۱۹

۴۱۔ ایضا، ۱/ ۳۶۷۔۳۶۸، مزید مثالوں کیلئے دیکھئے، ۱/ ۵۸۸، ۳۵۰، ۴۰۹، ۵۰۰، ۵۲۹، ۲/ ۸۲۹، ۷۶۷

۴۲۔ ایضا، ۲/ ۷۷۳۔۷۷۱

۴۳۔ ایضاً، ۲/ ۷۷۳۔۷۷۵

۴۴۔ تفصیل کیلئے دیکھئے، المدخل الفقہی العام، ۱/ ۵۹۱، ۵۳۷، مزید مثالوں کیلئے دیکھئے، ۱/ ۴۷۴، ۶۲۲

۴۵۔ المدخل الفقہی العام، مثال کیلئے دیکھئے ۱/ ۳۸۴

۴۶۔ ایضاً، ۱/ ۹

۴۷۔ مصطفیٰ احمد الزرقا، ص ۳۵

۴۸۔ المدخل الفقہی العام، ۱/ ۱۱

۴۹۔ ایضاً، ۱/ ۷

۵۰۔ البوطی، محمد توفیق رمضان، البیوع الشائعة وأثر ضوابط المبیع علی شرعتها، دمشق، السوریة، دار الفکر، ۱۹۹۸ء، ص۱۹۔۲۲

۵۱۔ کامل، عمر عبد الله، القواعد الفقهية الکبری، قاهرة، حامعة الأزهره الشریف کلیه الدراسات العربیه والاسلامیة بالقاهرة، ص۲۵

۵۲۔ الندوی، علی احمد، القواعد الفقهية، دمشق، دار القلم، ۱۹۹۸ء، ص۳۲۷، ۱۸۰، ٦٤

۵۳۔ عویضة، عدنان عبد الله، نظرية المخاطرة فی الاقتصاد الاسلامی، الأمریکیة، المعهد العالمی للفکر الاسلامی، ۲۰۱۰، ص٢٤

۵۴۔ تفصیل کے لیے دیکھئے، وھبۃ الزحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ۴/ ۲۸۳۶-۱۲۹۴۰

۵۵۔ لدرینی، فتحی، نظرية التعسف فی استعمال الحق، بیروت، مؤسسة الرسالة، ۱۹۸۸ء، ص٦٣

۵۶۔ دیکھیے ابو العیال الزحیلی، فکرة الضمان فی الفقة الاسلامی، محلة حامعة دمشق، المحلد ۱۹، عدد ثانی، ۲۰۰۳، ص۸۰، ۹۳، ۹۷؛ محمد مصطفی الزحیلی، القواعد الفقهيه، محلة البحث العلمی والتراث الاسلامی، العدد الخامس، ۱۹۸۲ء، ص۳۹-۱۱